سوال

(518) نماز میں آیات کا جواب دینا

جواب

السلام علیکم ورحمة اللہ وبرکاتہ

ایک مسئلہ آپ کی خدمت میں ارسال کر رہا ہوں وضاحت فرما کر جواب سے نوازیں۔ وہ یہ ہے کہ ہم ''سورۃ الاعلیٰ'' کی پہلی آیت یا دیگر ایسی سورتیں جن میں سوالیہ قسم کی آیات ہیں مثلاً سورۃ ''غاشیہ'' اور ''والتین'' کے آخر میں، جو جوابی کلمات کہتے ہیں کیا یہ حضور علیہ السلام سے بحالتِ نماز ثابت ہیں یا نہیں یا آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا ہے؟ وضاحت فرمائیں۔ فقط والسلام

الجواب بعون الوہاب بشرط صحة السؤال

وعلیکم السلام ورحمة اللہ وبرکاتہ!

الحمد للہ، والصلاة والسلام علی رسول اللہ، أما بعد!

''سنن ابی داؤد'' میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے:'

أَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ اِذَا قَرَأَ سَبِّحِ اسمَ رَبِّکَ الاَعلٰی قَالَ: سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلٰی 'سنن أبی داود، بَابُ الدُّعَاءِ فِی الصَّلَاةِ، رقم: ٨٨٣

اس حدیث میں کلمہ ''اِذَا قَرَأَ'' عام ہے۔ اس کے عموم میں حالتِ نماز وغیرہ سب داخل ہیں، اسی طرح اپنے عموم کے اعتبار سے یہ روایت فرضی اور نفلی سب نمازوں کو شامل ہے۔ اس کی تائید صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے افعال سے بھی ہوتی ہے۔

چنانچہ ''سنن کبریٰ بیہقی'' میں ہے:'

اِنَّهٗ قَرَأَ فِی الصُّبحِ بِسَبِّحِ اسمَ رَبِّکَ الاَعلٰی فَقَالَ: سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلٰی '"سنن الکبرٰی للبیهقی، بَابُ الْوُقُوفِ عِندَ آیَةِ الرَّحمَةِ وَآیَةِ الْعَذَابِ وَآیَةِ التَّسبِیحِ، رقم: ٣٦٩٤"

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ نے صبح کی نماز میں آیت سَبِّحِ اسمَ رَبِّکَ الاَعلٰی : پڑھی، اور پھر ''سُبحَانَ رَبِّیَ الأَعلٰی'' کہا۔

سعید بن جبیر رحمہ اللہ کا بیان ہے، کہ میں نے ابن عمر رضی اللہ عنہما کو سنا سَبِّحِ اسمَ رَبِّکَ الاَعلٰی پڑھا، پھر ''سبحان رَبِّیَ الاَعلٰی' کہا۔ اس کی مثل حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، کہ ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے مأثور ہے کہ

'اِنَّهٗ قَرَأَ سَبِّحِ اسمَ رَبِّکَ الاَعلٰی، فَقَالَ: سُبحَانَ رَبِّیَ الاَعلٰی وَهُوَ فِی الصَّلٰوةِ۔ فَقِیلَ لَهٗ: اَتَزِیدُ فِی القُرآنِ؟ فَقَالَ: لَا اِنَّمَا اَمَرَنَا بِشَیئٍ فَعَلتُهٗ'

حدیث مذکور میں عزیزی نے صحت کا حکم لگایا ہے ابوداؤد میں ہے :

خُولِفَ ابنُ وَکِیعٍ فِی ہٰذَا الحَدِیثِ رَوَاہُ اَبُو وَکِیعٍ ، وَشُعبَۃُ ، عَن اَبِي إِسحَاق ، عَن سَعِیدِ بنِ جُبَیرٍ ، عَنِ ابنِ عَبَّاسٍ مَرفُوعًا ۔

اسی طرح سورۃ ''والتین'' اور ''لَا اُقْسِمُ'' اور ''وَالمُرسلٰت'' کے بارے میں لفظ ''مَن قَرَأَ'' وارد ہوا ہے جو عموم کا متقاضی ہے ۔ حالت نماز و غیر حالتِ نماز کو شامل ہے ۔ اسی بناء پر صاحب ''مشکوٰۃ'' حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما مذکور اور اس حدیث کو ''باب القراءۃ والصلوٰۃ'' کے تحت لائے ہیں ، لیکن حدیث ہذا کی سند میں راوی مجہول ہے ۔ ''مرعاۃ المصابیح''ص : ۶۲۸ (جلداوّل) میں ہے :

فِی إِسنَادِہٖ رَجُلٌ مَجْھُولٌ فَالحَدِیثُ ضَعِیفٌ ۔

نیز ''فتح القدیر للشوکانی'' (ص : ۳۴۳ ، جزء ۵) میں ہے ۔ ''وَفِی إِسنَادِہٖ رَجُلٌ مَجْھُولٌ'' اور ابن کثیر جزئ : ۴ ، ص : ۱۵۸ پر ہے :

وَقَد رَوَاہُ شُعبَۃُ عَن اسماعیل بن اَمیۃ قال قُلتُ : مَن حَدَّثَکَ ؟ قَالَ : رَجُلٌ صَدَقَ عَن اَبِي ہُرَیرَۃَ ۔

ترمذی میں ہے :

إِنَّمَا یُروٰی بِہٰذَا الاِسنَاد ، عَن ہٰذَا الاعرابي ، عَن ابی ہریرۃ ۔ ولا یسمّٰی

''ابوداود'' میں ہے : 'ہٰذَا الاعرابي لا یعرف ففی الاسناد جہالۃ ۔'

اس روایت میں لفظ ''فَلْیَقُل'' استعمال ہوا ہے اور ''احکام القرآن لابن العربی'' میں ہے : ''وَفِی رِوَایَۃٍ غَیرِہٖ اِذَا قَرَءَ اَو سَمِعَ'' جو مقتدی کو بھی شامل ہے لیکن ساتھ ہی فرماتے ہیں : ''وَ ہٰذِا الاَخبَارُ ضَعِیفَۃٌ'' ملاحظہ ہو! ۱۹۴۱ جزئ : ۴ ۔ بہر صورت یہ حدیث ضعیف ہے ، کما عرفت ۔

باقی رہا معاملہ ''سورۃ غاشیہ'' کا ، تو اس بارے میں مجھے کوئی نص نہیں معلوم ۔ ہو سکتا ہے کہ آپ نے اس سورت کے اختتام پر اَللّٰھُمَّ حَاسِبنِی پڑھا ہو ۔ البتہ ''مشکوٰۃ'' (جزء ثانی ، ص : ۴۱۷) پر ایک روایت بحوالہ ''مسند احمد'' بایں الفاظ موجود ہے :

یَقُولُ فِی بَعضِ صَلٰوتِہٖ : اَللّٰھُمَّ حَاسِبنِی حِسَابًا یَسِیرًا ۔ 'مسند احمد ، رقم : ۲۴۲۱۵ ، صحیح ابن خزیمۃ ، رقم : ۸۴۹ ، المستدرک علی الصحیحین للحاکم ، رقم : ۱۹۰

''تفسیر ابن کثیر'' جز : ۴ ، ص : ۴۸۹ ، پر ہے ''صَحِیحٌ عَلٰی شَرطِ مُسلِمٍ'' یعنی یہ حدیث امام مسلم کی شرط کے مطابق صحیح ہے ، لیکن اس میں ''سورۃ غاشیہ'' کا تعین کرنا امر مشکل ہے ۔ حاصل خلاصہ یہ ہے ، کہ ''سورۃ الاعلیٰ'' میں قاری کے لیے جواب کی رخصت ہے ۔ اس بیان میں وارد باقی احادیث قریباً ضعیف اور ناقابلِ حجت ہیں ، باقی رہا معاملہ سامع مقتدی یا غیر مقتدی کے جواب کا ، تو یہ کسی مرفوع حدیث سے ثابت نہیں ہو سکا ۔

نیز قاری کے لیے مزید گنجائش بھی ثابت ہے ۔ چنانچہ صحیح مسلم ، مسند احمد اور سنن نسائی میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی حدیث ہے :

إِذَا مَرَّ بِآیَۃٍ فِیھَا تَسبِیحٌ سَبَّحَ وَإِذَا مَرَّ بِسُؤَالٍ ، سَاَلَ وَإِذَا مَرَّ بِتَعَوُّذٍ ، تَعَوَّذَ ''مسند احمد ، رقم : ۲۳۳۶۷ ، صحیح مسلم ، بَابُ استِحبَابِ تَطوِیلِ القِرَاءَۃِ فِی صَلَاۃِ اللَّیلِ ، رقم : ۷۷۲ ، سنن النسائی ، باب تَسوِیَۃِ القِیَامِ وَالرُّکُوعِ ، ...الخ ، رقم : ۱۶۶۴

یعنی ''نبی ﷺ کا مرور (دورانِ تلاوت گزر) تسبیح کی آیت سے ہوتا ، تو آپ ﷺ تسبیح پڑھتے اور جب سوال سے ہوتا سوال کرتے اور جب تعوذ سے گزر ہوتا ، تو تعوذ پڑھتے ۔''

نیز ''تلخیص الحبیر'' طبع انصاری کے، ص : ۹۰ میں ہے :

'وَیَستحبُ للقاری فی الصلوۃ وخارجہا اَن یَسأَلَ الرَّحمۃَ ۔ اِذا مَرَّ بآیۃِ الرَّحمۃِ ۔ وَاَن یتعوّذَ ۔ اِذا مَرَّ بآیۃِ العذابِ ۔'

''سنن ابی داوٗد'' بمع ''عون المعبود'' جزء اول، ص : ۳۴۱، پر امام ابوداوٗد نے امام احمد سے نقل کیا ہے : ''یُعجِبُنی فِی الفَرِیضَۃِ اَن یَدعُوبِمَا فِی القُراٰنِ'' صاحبِ ''عون المعبود'' اس جملہ کی تشریحات کرتے ہوئے رقمطراز ہے :

'فَالاِمَامُ اَحمَدُ یَخُصُّ ہٰذَا فِی النوافل 'بل یَستحِبُّہٗ فِی الفَرَائضِ اَیضًا ۔ وَبِہٖ قَالَ الشَّافِعیُّ :'

لیکن مسند احمد کی روایت میں ساتھ یہ قید بھی موجود ہے : 'یَقرَاَہٗ فِی صَلٰوۃٍ لَیسَت بِفَرِیضَۃٍ' اور بعض روایات میں صلوٰۃ اللیل کی صراحت ہے ۔ نیل الاَوطار، ص : ۲۳۷، جزئ : ۳، میں ہے :

'وَالظَّاہِرُ استحبَابُ ہٰذِہِ الاُمُورِلِکُلِّ قَارِیٍٔ مِن غَیرِ فَرقٍ بَینَ المُصَلّیِ، وَغَیرِہٖ، وَبَینَ الاِمَامِ، وَالمنفرِدِ، والمَاَمُومِ ۔ وَاِلٰی ذٰلِکَ ذَہَبَت الشَافِعِیَّۃِ ۔'

لیکن میری نظر میں اولیٰ یہ ہے کہ اس حکم کو صرف قاری پر محصور کیا جائے ۔ جیسا کہ حدیث میں نص موجود ہے ۔ (واللہ تعالیٰ أعلم بالصواب وعلمہ اتم) (حافظ ثناء اللہ مدنی)

تعلیق از حافظ محمد ابراہیم کمیرپوری

قارئین کرام نے محترم حافظ ثناء اللہ صاحب کا جواب اور اس کے دلائل ملاحظہ فرمائے ۔ حافظ صاحب نے اپنا رُجحان یہ ظاہر کیا ہے، کہ یہ جوابی کلمات امام کہے مقتدی نہ کہے، لیکن ہمارے نزدیک اولیٰ اور اَقرب الی الصواب بات وہ ہے، جو حافظ صاحب نے ''نیل الاَوطار'' کے حوالہ سے پیش کی ہے ۔ یعنی امام شوکانی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ کلمات امام اور مقتدی دونوں کےلیے مستحب ہیں ۔

ہم مسئلہ زیرِ استفتاء کی مزید وضاحت کےلیے مفتی جماعت حضرت محدث روپڑی رحمہ اللہ کی تحقیق ہدیہ قارئین پیش کرنا چاہتے ہیں ۔

آپ کا علمی و تحقیقی مقام بلانزاع مُسَلَّم ہے ۔ قیامِ پاکستان سے قبل ہماری جماعت میں اساطینِ علم، شیوخ الحدیث، اربابِ تحقیق اور اصحابِ فتویٰ کثیر اور معقول تعداد میں موجود تھے ۔ لیکن یہ حقیقت ہے ۔ کہ پورے ہندوستان میں محدث روپڑی کے فتویٰ کو جس عزت و احترام سے دیکھا جاتا تھا، وہ مقام کسی دوسرے اہلِ علم کے فتویٰ کو حاصل نہ ہو سکا ۔ ہمارےلیے مزید وجہِ اطمینان یہ ہے، کہ ہمیں تو ہر لحاظ سے محدث روپڑی سے نسبت ہے اور مذکورہ الصدر استفتاء کے مفتی عزیز مکرم مولانا حافظ ثناء اللہ صاحب کو بھی انھیں سے شرفِ تلمذ حاصل ہے اور وہ بھی اپنے تمام اساتذہ سے زیادہ حضرتِ مرحوم کی تحقیق کو ترجیح دیتے ہیں ۔

اس سلسلہ میں ہم حضرت حافظ صاحب، محدث روپڑی رحمہ اللہ کےاپنے اخبار ''تنظیم اہلِ حدیث'' ۲ جمادی الاول ۱۳۸۲ ھ سے اسی مضمون کا ایک سوال اور خاص اُن کے قلم سے، اس کا جواب نقل کرنا کافی سمجھتے ہیں ۔

قرآنِ مجید کی جن سورتوں کے جوابات حدیث میں آگئے ہیں، وہ جس طرح امام کےلیے جائز اور مستحب ہیں، اسی طرح مقتدی کےلیے بھی جائز اور مستحب ہیں ۔ بلکہ مندرجہ ذیل واقعہ سے ثابت ہوتا ہے، کہ رسول اللہ ﷺ کو سامعین کا جواب دینا بہت محبوب تھا ۔ چنانچہ ''مشکوٰۃ'' باب القراءۃ میں ہے :

'عَن جَابِرٍ قَالَ : خَرجَ رَسُولُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ عَلٰی اَصحَابِہٖ، فَقرَأَ عَلَیہِم سُورَۃَ الرَّحمٰنِ مِن اَوَّلِہَا اِلٰی آخِرِہَا فَسَکَتُوا، فَقَالَ : لَقَد قَرَأتُہَا عَلَی الجِنِّ لَیلَۃَ الجِنِّ فَکَانُوا اَحسَنَ مَردُودًا مِنکُم، کُنتُ کُلَّمَا اَتَیتُ عَلٰی قَولِہٖ فَبِاَیِّ آلَاءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ قَالُوا : لَابِشَیءٍ مِن نِعَمِکَ رَبَّنَا نُکَذِّبُ فَلَکَ الحَمدُ' (رَوَاہُ التِّرمِذِیُّ، وَقَالَ ہٰذَا حَدِیثٌ غَرِیبٌ) سنن الترمذی، بابٌ : وَمِن سُورَۃِ الرَّحمٰنِ، رقم : ۳۲۹۱

یعنی ایک روز رسول اللہ ﷺ صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس آئے اور ''سورۃ رحمن'' ساری پڑھی۔ صحابہ رضی اللہ عنہ خاموش سنتے رہے۔ بعد میں آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے یہ سورت جنوں پر پڑھی تھی جب بھی میں آیت فَبِاَیِّ اٰلآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبٰنِ پر پہنچتا، تو وہ نہایت اچھا جواب دیتے ہوئے کہتے: 'لَا بِشَیْءٍ مِّن نِعَمِکَ رَبَّنَا، نُکَذِّبُکَ، فَلَکَ الحَمْدُ' یعنی ''اے ہمارے رب! تیری کوئی ایسی نعمت نہیں، جن کو ہم جھٹلا سکیں۔ پس تیرے لیے حمد ہے۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کو یہ بات بہت پیاری لگتی تھی، کہ سامعین بھی جواب دیں۔ لہٰذا مقتدی کو جواب دینا چاہیے۔ یہ حدیث اگرچہ ضعیف ہے۔ مگر امام شافعی رحمہ اللہ نے اس سے استدلال کیا ہے، کہ سامع بھی جواب دے۔ امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال سے معلوم ہوتا ہے، کہ حدیث قابلِ عمل ہے، خاص کر فضائلِ اعمال میں۔ رہی یہ بات کہ نماز غیر نماز میں کوئی فرق ہے، یا نہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے، کہ بظاہر کوئی فرق معلوم نہیں ہوتا۔ یہ ایسا ہی سمجھ لینا چاہیے، جیسے امام کی (آمین) کے ساتھ (آمین) کہی جاتی ہے۔ کیونکہ سماع قرأت کو مخل نہیں۔ اس کا (آمین) پر قیاس صحیح ہے۔'' (بحوالہ فتاویٰ اہلِ حدیث، ج:۲، ص:۱۵۵،۱۵۴)

حضرت میاں صاحب دہلوی کی تحقیق انیق وتائید

مزید اطمینان کے لیے ہم حضرت شیخ الکل فی الکل مولانا سید نا نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ المعروف بڑے میاں صاحب رحمہ اللہ کی تحقیق پش کرنا مناسب خیال کرتے ہیں۔ فتاویٰ نذیریہ، جلد اوّل، ص: ۴۳۰، ۴۲۳ میں ان کا اپنا فتویٰ موجود ہے۔ استفادۂ تام کے لیے ہم سوال وجواب نقل کر دیتے ہیں۔

ھذا ما عندي واللہ أعلم بالصواب

فتاویٰ حافظ ثناء اللہ مدنی

کتاب الصلوٰۃ: صفحہ: 439

محدث فتویٰ